صوفیہ خام اور علماء سوء کی مذہبی اجارہ داری کے معاشرتی اثرات
(کشف المحجوب کی تعلیمات کی روشنی میں)

حافظ نصیر احمد☆

محمد نعیم انور☆☆

انسان قدرت کا حسین شاہکار ہے۔اور انسانی عظمت و بزرگی کا راز معرفت خداوندی کا حصول ہے۔ انسانوں میں سب سے عزت والا شخص صاحب تقوی ہے ، جبکہ تقوی کی بنیاد علم و عمل ہے۔انسانی تخلیق کا مقصد اولین معرفت خداوندی ہے۔اور قرب و معرفت کا ذریعہ علم ہے۔اسلام نے اسی بنا پر علم کا حصول فرض قرار دیا۔رحمت دو عالم ﷺ کا فرمان ذیشان ہے:

طلب العلم فرضة على كل مسلم 1

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

حضرت ابو علی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

العلم حيوة القلب من الجهل ونور العين من الظلمة 2

جہالت اور تاریکی کے مقابلے میں علم دل کی زندگی اور آنکھوں کا نور ہے۔

علم اور عمل دونوں لازم و ملزوم ہیں۔نہ ہی علم بغیر عمل کسی کام کا ہے اور نہ ہی عمل بغیر علم کوئی قدر و قیمت کا حامل ہے۔حضرت علی ہجویری علیہ الرحمہ علم و عمل کے باہم پیوست ہونے کو یوں بیان کرتے ہیں:

"عمل بے علم عمل نباشد عمل آنگاہ عمل گردد کہ موصول علم باشد " 3

بغیر علم کے عمل کو حقیقت میں عمل ہی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ عامل جبھی عمل کرتا ہے جبکہ پہلے اسے اس کا علم ہوتا ہے۔

☆ لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ایم۔اے۔او کالج، لاہور

☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

اہل تصوف کے ہاں علم کو شریعت جبکہ عمل کو طریقت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اور یہ دونوں باہم ایسے ہی لازم ملزوم ہیں جیسے کہ روح اور بدن۔ شریعت ظاہر ہے اور طریقت باطن، کہ ظاہر بغیر باطن کسی قیمت کا نہیں اور باطن ظاہر کے بغیر ناقص ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃاللہ علیہ لکھتے ہیں:

ظاہر حقیقت بے باطن نفاق، و باطن حقیقت بے ظاہر زندقہ، ظاہر

شریعت بے باطن نفس و باطن بے ظاہر ہوس4

ظاہر حال باطنی حقیقت کے بغیر نفاق ہے اسی طرح باطن بغیر ظاہر کے زندقہ اور بے دینی ہے۔ ظاہر شریعت، بغیر باطن کے ناقص و نامکمل ہے اور باطن بغیر ظاہر کے ہوا و ہوس۔

اہل حق بامقصد زندگی بسر کرتے ہیں اور معرفت خداوندی کے مقسم ہوتے ہیں۔اپنا وقت فضولیات میں ضائع نہیں کرتے۔ صاحب کشف المحجوب فرماتے ہیں:

جملہ مشائخ کہ از اہل علم بودند جملہ مریدان را بر آموختن علم باعث

بودند عبر مداومت کردن،تاایشاں حریص گرداند وہر گز متابع لھو وہزل

نبودہ اند و طریق لغو نسپردہ اند 5

طریقت کے تمام مشائخ صاحبان علم و معرفت تھے۔اور وہ اپنے مریدوں کو اس علم کے سیکھنے کا شوق دلاتے تھے۔اور اس پر قائم رہنے کا ذوق پیدا کرتے تھے۔ وہ کسی حالت میں لھو ولغو کا اتباع نہ کرتے تھے اور کبھی بھی یہ حضرات قدس کسی واہی تواہی میں نہیں پڑے۔

طلب علم سے بیزار شخص کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضرت علی ہجویری رحمۃاللہ علیہ لکھتے ہیں:

آنکہ نیاموزد و بر جہل مصر باشد مشرک بود 6

جو شخص علم کی کوشش نہیں کرتا اور اپنی جہالت پر مصر رہتا ہے، ہمیشہ مشرک رہتا ہے۔

ا) تصوف، اسلام کی عملی تصویر

تصوف اسلام کی خوبصورت اور عملی صورت ہے۔خانقاہی نظام خلق خدا کی ضروریات کو پورا کرنے، غرباء کو سینے سے لگانے اور بھولے بھٹکوں کو راہ دکھلانے کا دل نشین انداز ہے۔ تصوف سراسر عشق

ومحبتِ الٰہی، رغبت الی اللہ، تقوی، جہاد بالنفس، توکل، اطاعت خدا اور رسول عزوجل وﷺ اور حسنِ اخلاق سے عبارت ہے۔ سالک جب عورت، دولت، زمین، باغات، مکانات اور تجارت کی محبت کو اپنے دل سے بالکلیہ خارج کر دیتا ہے تو صوفیاء کی صفوں میں شامل ہوتا ہے۔ بلاشبہ تصوف کی بنیاد اللہ کریم کے اس فرمان پر ہے:

ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ 7

پھر ڈریں اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیک رہیں، اور اللہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

تصوف کی روح رواں حدیث جبرائیل ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے احسان کا تصور واضح فرمایا ہے:

أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك 8

احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت ایسی (کیفیت میں) کرے کہ جیسے تو اُسکو دیکھ رہا ہے، پس اگر تو نہ اُسے نہ دیکھے تو (کم از کم یہ کیفیت حاصل کرلے کہ) وُہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اس امت کے سب سے عظیم صوفی، تاجدار صداقت، حضرت ابو بکر صدیق ہیں۔ جنہوں نے اپنا رخ اپنے خالق کی کر لیا اور دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ان الصفا صفة الصديق ان اردت صوفيا على التحقيق

آنچہ صفارااصلی وفرعی است: اصلش انقطاع دل است ازاغیار، وفرعش

خلودست از دنیاءداغدار وایں ہر دوصفت صدیق اکبر است 9

حق اور صداقت کی راہ میں اگر تم صوفی بننا چاہتے ہو تو جان لو کہ صوفی ہونا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صفت ہے۔ صفائے باطن کے لیے کچھ اصول اور فروع ہیں۔ فروع یہ کہ دنیا پرستی چھوڑدے اور اصول یہ کہ دل کو غیر سے خالی کردے یہ دونوں صفتیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہیں۔

حضرت جنید بغدادی کے نزدیک تصوف کی بنیاد سخاوت ابراہیم، رضاء اسماعیل، صبر ایوب، اشارہ زکریا، غربت یحییٰ، صوف پوشی موسیٰ، سیاحت عیسیٰ اور حضرت محمد ﷺ کے فقر پر ہے۔ 10

تصوف تو دراصل اسلام کی عملی صورت ہے۔ جو کوئی آداب بجالانا اپنے اوپر لازم قرار دے لے، اس کی رسائی اللہ والوں کے مقام پر ہو جاتی ہے، جو شخص آداب کو ضائع کر دیتا ہے، وہ اس اعتبار سے کہ اپنے آپ

کو نزدیک خیال کرتا ہے، دور ہوتا ہے اور اس حیثیت سے مردود ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو مقبول خیال کرتا ہے۔
حضرت ابو حفص نیشاپوری فرماتے ہیں:

التصوف کله ادب لکل وقت ادب ولکل مکان ادب ولکل حال ادب 11

تصوف سارے کا سارا ادب ہے، کیونکہ ہر وقت، ہر مقام اور ہر حال کے لیے ایک ادب ہے۔

طبقہ صوفیاء ہی دین کا صحیح ترجمان و عکاس ہے۔ اسی لیے امام غزالی نے بھی اس طبقہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

سیرتہم احسن السیر و طریقھم اصوب الطرق واخلاقھم اذکی الاخلاق 12

مجھے محسوس ہوا کہ انہیں کی سیرت خوب تر ہے۔ انہیں کا راستہ دوسرے راستوں کی نسبت زیادہ سیدھا اور انہیں کے اخلاق زیادہ پاکیزہ ہیں۔

آپ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

فان جمیع حرکاتہم و سکناتہم فی ظاھرھم و باطنہم مقتبسة من (نور) مشکوة النبوة ولیس وراء نور النبوة علی وجه الارض نور یستضاء به 13

پس ان کی تمام حرکات و سکنات مشکوۃ نبوت سے مستنیر ہیں اور نورِ نبوت کے علاوہ روئے زمین پر کوئی اور نور ہے ہی نہیں جس سے روشنی حاصل ہو سکے۔

۲) تصوف اور اخلاص

اسرارِ الٰہی کی معرفت علم و عمل اور تقوی پر موقوف ہے۔ جبکہ بے عمل انسان اخلاص سے محرومی کی بنا پر معرفت کا جام پینے سے محروم رہتا ہے۔ اسی بنا پر عجب کا شکار ہو کر غفلت کی تاریکی میں مست رہتا ہے۔ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ارواح اندر عالم بہ مزاج وی مشغول گشتہ وبہ مقارنت آن از محل اخلاص
خود دور ماندہ، تا اسرار ربانی اندر حق عقول مشکل شدہ است ولطائف
قرب اندر حق ارواح پوشیدہ گشتہ، تا آدمی اندر مظلہ غفلت بہ ہستی خود
محجوب گشتہ است ودر محل خصوصیت بہ حجاب خود معیوب گشتہ 14

اس جہان میں روحیں اپنے جسموں کے ساتھ ملحق ہو کر مقام اخلاص سے ہٹ کر ایسی مغرور ہو گئیں ہیں کہ ان کی عقلیں اسرار الٰہی کے ادراک سے عاجز اور وہ روحیں قرب حق سے مستور و محجوب ہو گئی ہیں۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ آدمی اپنی ہستی کے سبب غفلت کی تاریکی میں غرق ہو گیا اور مقام خصوصیت میں اپنی ہستی کے حجاب کے سبب عیب دار بن گیا۔

اخلاص کے بغیر علم کے حاملین کو اللہ عزوجل نے طبقہ علماء میں شمار ہی نہیں کیا۔ ارشاد ربانی ہے:

نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ
كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ 15

اہل کتاب کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا ہے گویا وہ لوگ جانتے ہی نہیں بے علم ہیں

۳) متصوفین، علماء سوء اور خواہشات نفس

مذہب انسان کی بنیادی ضرورت ہے ہر انسان بالواسطہ یا بلا واسطہ مذہب سے منسلک ہے۔ مذہبی رہنمائی کا بنیادی اور اولین فریضہ انبیاء ورُسُل علیہم السلام کو سونپا گیا جن کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد علماء اور اولیاء ان کے وارثین بنے۔ جن کے بعد نااہل لوگ ان کے جانشین بن گئے جو خواہشات نفسانیہ کی پیروی کو اپنا مدعا بنا بیٹھے۔ خود بھی راہ راست سے بہک گئے اور لوگوں کی گمراہی کا بھی سبب بنے۔ جب دیانت کی جگہ خواہشات نفسانیہ کا غلبہ ہو جائے تو معاشرہ اخلاقی اقدار کے ساتھ ساتھ قانونی اقدار بھی کھو دیتا ہے ہوس پرست لوگ مذہبی قیادت کی آڑ میں حرام کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور اس قبیح فعل کے ارتکاب کو اپنا استحقاق

سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔رفتہ رفتہ حق کی آواز ان کے لیے ناگواری کا باعث بن جاتی ہے۔عیش پرستی کی عادت ان افراد کو حق کی سماعت سے محروم کر دیتی ہے۔

سابقہ زمانے میں خواہشات کی تکمیل کے لیے جو کام نصاری اور یہود کرتے تھے اسی طریقہ واردات کو عصر حاضر کے مفاد پرست متصوفین اور علماء سوء استعمال کرتے ہیں۔ان جاہل اور نام نہاد صوفیوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ایسے افراد اونچی ٹوپی اور اپنے ہاتھ کی انگلیوں میں سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف کئی کئی انگوٹھیاں پہنے، زلفیں بڑھائے، شہر شہر، قریہ قریہ لوگوں کو نہ صرف مرید بناتے پھر رہے ہیں۔بلکہ خلافت پہ خلافت تقسیم کر رہے ہیں۔سادہ لوح مسلمان اِن نام نہاد صوفیوں کی ظاہری شکل و صورت اور پُر تصنع وجاہت سے مرعوب ہو کر ان کے دامِ تزویر میں پھنس کر بربادی کے دہانے لگتے جا رہے ہیں۔پورا معاشرہ بے راہ روی کی لپیٹ میں آچکا ہے اور دین فروش طبقہ خود کو اہل حق متعارف کرواتا ہے۔صاحب کشف المحجوب ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ایشاں غلبہ گرفتہ، چون اندر فترت اول اہل بیت حقائق و برہان تحقیق و دقایق 16

ان جھوٹے مدعیان جہان کا ایسا غلبہ ہو گیا ہے جس طرح خلافت راشدہ کے اختتام کے بعد اہلبیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین پر آل مروان کا غلبہ ہو گیا تھا۔

علامہ اقبال نے مارچ ۱۹۳۳ء میں مسلم کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

ہمارے دین کی یہ بلندی نظر مُلّاؤں اور فقیہوں کے فرسودہ نظام میں جکڑی ہوئی ہے۔اور آزادی چاہتی ہے۔روحانی اعتبار سے ہم جذبات و حالات کے ایک قید خانے میں محبوس ہیں جسے صدیوں سے ہم نے خود اپنے گرد تعمیر کر رکھا ہے۔17

حضرت یحیی بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اجتنب صحبة ثَلاثَة أصناف من الناس العلماء الغافلين والفقراء المداهنين والمتصوفة الجاهلين 18

تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے بچو ایک غافل علماء سے، دوسرے مداہنت کرنے والے فقراء سے، تیسرے جاہل صوفیاء سے۔

حضرت علی ہجویری علیہ الرحمہ حضرت یحیی بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اما علمائے غافل آناں باشد کہ دنیارا قبلہ دل خود گردانیدہ باشد، واز شرع آسانی اختیار کردہ وپرستش سلاطین بر دست گرفتہ ودرگاہ ایشاں را طوافگاہ خود گردانیدہ وجاہ خلق را محراب خود کردہ وبہ غرور زیرکی خود فریفتہ گشتہ 19

غافل علماء وہ ہیں جنہوں نے دنیا کو اپنے دل کا قبلہ بنار کھا ہے اور شریعت میں آسانی کے متلاشی رہتے ہیں، بادشاہوں کی پرستش کرتے، ظالموں کا دامن پکڑتے ہیں، ان کے دروازوں کا طواف کرتے ہیں، خلق میں عزت و جاہ کو اپنی محراب گردانتے ہیں، اپنے غرور و تکبر اور اپنی خود پسندی پر فریفتہ ہوتے ہیں۔ مداہنت کرنے والے فقراء کے بارے حضرت علی ہجویری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

چوں فعل کسی بر موافقت ھوای وی باشد اگرچہ باطل بود۔ 20

جو ہر کام اپنی خواہش کے مطابق کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ باطل ہی کیوں نہ ہو۔

جاہل صوفیاء کی پہچان کرواتے ہوئے حضرت علی ہجویری علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

صحبت پیری نکردہ باشد، واز بزرگی ادب نیافتہ 21

جن کا کوئی شیخ و مرشد نہ ہو اور کسی بزرگ سے انہوں نے تعلیم و ادب حاصل نہ کیا ہو۔

حضرت علی ہجویری علیہ الرحمہ اپنے زمانے کے اہل مذہب کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اہل آن ھوی را شریعت نام کردہ اند، وطلب جاہ وریاست و تکبر را عز و علم، وریای خلق را خشیت، ونہان داشتن کینہ را اندر دل حلم، و مجادلہ را مناظرہ و محاربت و سفاہت را عزت، و نفاق را زہد و تمنا را ارادت، و

ہذیان طبع را معرفت و حرکات دل و حدیث نفس را محبت والحاد را فقر و
جحود را صفوت و زندقی را فنا و ترک شریعت پیغامبر را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طریقت
و آفت اہل زمانہ را معاملت نام کردہ اند 22

لوگوں نے اپنی خواہشات کا نام شریعت، حُبِّ جاہ کا نام عزت، تکبّر کا نام علم اور ریاکاری کا نام تقویٰ رکھ لیا ہے۔اور دل میں کینہ کو چھپانے کا نام حلم، مجادلہ کا نام مناظرہ، محاربہ و بے وقوفی کا نام عظمت، نفاق کا نام ذوق، آرزو تمنا کا نام زہد، ہذیانِ طبع کا نام معرفت، نفسانیت کا نام محبت، الحاد کا نام فقر، انکارِ وجود کا نام صفوت، بے دین وزندقہ کا نام فنا اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو ترک کرنے کا نام طریقت رکھ لیا ہے۔اور اہل دنیا کی آفتوں کو معاملہ کہنے لگے ہیں۔

عصر حاضر میں نام نہاد مذہبی پیشواؤں نے مذہبی اجارہ داری قائم کر لی ہے جس کے مذہب، سیاست اور معاشرے پر براہ راست اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔جن کو قدرے تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔

اجارہ داری کو انگریزی میں Monopoly کہتے ہیں جس کا معنی ہے کسی چیز کے حوالے سے کلی اختیار رکھنا۔عربی میں اجارہ داری کے لئے لفظ احتکار استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہیں:

سلعة مجموعة للتفرد بالتصرف فيها 23

کسی چیز میں انفرادی تصرف کا مجموعی اختیار۔

لغوی اعتبار سے لفظ احتکار ذخیرہ اندوزی کرنے، جمع کرنا اور اکٹھا کرنے وغیرہ معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ابن معصوم المدنی(۱۱۲۰ھ) لکھتے ہیں:

حكره حكرا كضرب:ظلمه...والشيء جمعه وحبسه وأمسكه
كاحتكره ومنه احتكار الطعام وهو حبسه 24

باب ضرب یضرب سے" حکر یحکر "کسی چیز کو روکنے اور جمع کرنے کے معنوں میں آتا ہے اسی سے احتکار الطعام ہے یعنی کھانا جمع کرنا(روک لینا)۔اور اصطلاحا مذہبی اجارہ داری سے مراد شارع کے اختیارات کو اپنے پاس روک لینا یا جمع کر لینا ہے جیسا کہ مذہبی طبقہ کرتا

ہے کہ چند افراد کا مجموعہ یا فرد واحد شریعت کے اختیارات کو اپنے پاس روک لینا ہےاور اپنی مرضی کے مطابق شرع کے احکام بیان کرنا ہے اس کو قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت سے لیا گیا ہے:

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا 25

انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو (باعتبار طاعت کے) رب بنا رکھا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ ان کو صرف یہ حکم کیا گیا ہے کہ فقط ایک معبود (برحق) کی عبادت کریں۔

۴)مذہبی اجارہ داری کے معاشرتی اثرات

مذہبی اجارہ داری کے معاشرے پر مرتب ہونے والے اثرات میں سے چند کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

۱)خود پسندی

مذہبی اجارہ داری کے بنیادی اثرات میں سے اہل مذہب میں خود پسندی اور عجب کا پایا جانا ہے۔ جس کا اظہار لمبے چوڑے القابات سے کیا جاتا ہے۔ اہل مذہب اپنے نام کے ساتھ پانچ، سات القابات لگا کر خود کو احقر العباد شمار کرتے ہیں۔ بسا اوقات تو یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ شاید یہ ایک سے زیادہ بندوں کے اسمائے گرامی ہیں لیکن بغور پڑھنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ صاحب علم و فضل شخصیت ایک ہی ہستی ہے جو چند روایتی موضوعات پر لوگوں کو وعظ سناتے ہیں یا کسی پیر صاحب کی اولاد میں سے سجادہ نشین ہیں۔ عجب بات یہ ہے کہ سائنس دان اور ماہر عمرانیات ہزاروں کتب پڑھنے کے بعد بھی خود کو طالب علم کہتے ہیں اور مولانا چار کتب پڑھنے کے بعد علامہ جبکہ صاحبزادگان چند کلمات سیکھ کر آفتاب شریعت وطریقت کے بلند و بالا دعوؤں کے محل تعمیر کر لیتے ہیں۔ خود کو دوسروں کے سامنے نمایاں کرنا در اصل انسان کی کمزوری کی نشاندہی کرتا ہے یہ شخص عمل میں تو کھوکھلا ہے لیکن اپنی اصلیت سے کسی کو باخبر کرنا نہیں چاہتا اس لیے وہ ملمع سازی سے کام لے کر اپنے اوپر نمود و نمائش کا خول چڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔ جس قوم میں خود نمائی والا مرض عام ہو جائے وہ حالات کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ ڈاکٹر افتخار حسین کہتے ہیں:

جو قوم اپنی کامیابی پر بے جا تفاخر کرتی اور آئندہ کامیابی پر اس حد تک یقین کر لیتی ہے، اس میں جدوجہد اور مقابلے کا جذبہ کمزور پڑ جاتا ہے۔26

۲)عقائد میں بگاڑ پیدا ہونا

خود پسندی انسان میں گمراہی کو جنم دیتی ہے۔اور اہل مذہب کی گمراہی کی صورت احکامات الہیہ کی غلط تعبیرات اور عقائد میں بگاڑ ہے۔اسلام سے قبل مختلف مذاہب اور ان کے پیرؤوں میں نجات کا دار و مدار مخصوص جماعت سے کے ساتھ وابستگی پر تھا جبکہ اسلام نے اس کی نفی کی اور ایمان و عمل صالح کو نجات کا باعث قرار دیا ہے۔سامی ادیان میں یہود و نصاری نے یہ عقیدہ اپنایا تھا کہ ہم جنت کے حقدار ہیں اور جنت میں سوائے ہمارے کوئی نہیں جا سکتا خواہ ہمارے اعمال کیسے ہی کیوں نہ ہوں ہم ہی خدا کی محبوب اور لاڈلی قوم ہیں جسے وہ ہرگز عذاب نہیں دے گا۔27

عصر حاضر میں اسی تصور کو متصوفین اور جاہل ملّا نے عوام میں عام کر دیا ہے کہ چونکہ ہم مسلمان ہیں اور فلاں فلاں فرقے سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے جنت میں ہمارے سوا کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔جبکہ اسلام نے ایمان کے ساتھ اعمال صالح کو بھی لازمی قرار دیا ہے۔قرآن پاک نے نجات کا دار و مدار کسی جماعت یا مسلک سے وابستگی نہیں بلکہ ایمان اور اعمال صالحہ قرار دیا ہے28 ۔قرآن مجید کے بقول ہر شخص اپنے اعمال کا اللہ کریم کی بارگاہ میں جواب دہ ہے۔29

۳)توہم پرستی مذہب کا حصہ بن جانا

عقائد میں بگاڑ توہم پرستی کو جنم دیتا ہے۔قوت عمل کو معمولی سی اہمیت دے کر عقائد کے نام پر لوگوں کے قلوب واذہان میں وہوم کی غیر معمولی اہمیت داخل کی جاتی ہے۔دین کے نام پر غیر دینی باتیں مذہب کا حصہ بنادی جاتی ہیں۔بہت ساری ایسی باتیں جو عقل، واقعی، مشاہدہ اور منطق کے خلاف ہوتی ہیں رفتہ رفتہ مذہب کا حصہ بن جاتی ہیں۔اس حقیقت کو خوبصورتی کے ساتھ بیان کرتے ہوائے نیاز فتح پوری لکھتے ہیں:

> "جب کوئی مذہب اپنے ابتدائی دور سے گزر جاتا ہے اور قوت عمل ضعیف ہو کر صرف قوت خیال پر معتقدات کی بنیاد قائم ہوتی ہے تو بعض نہایت عجیب و غریب صورتیں پیدا ہو جاتیں ہیں اور ایک محقق کے لیے یہ سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے کہ اصل ہیئت کسی مذہب کی کیا تھی اور بعد کو

اس میں کیا کیا اضافے کیے گئے اور کس طرح اس کو مسخ کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قیاسات اور توہمات اصل مذہب قرار دیئے ہیں اور صرف عجوبہ پرستی ہی سے اس کا وقار قائم رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے"۔30

توہم پرستی کا اسلام سے اتنا ہی تعلق ہے کہ اسلام اسے مٹانے آیا ہے۔ زوال پذیر قوموں نے ہمیشہ من گھڑت تصورات کی آڑ میں پناہ لینے کی کوشش کی ہے اور معاشرتی حالات کا مقابلہ کرنے کی بجائے لایعنی بحثوں میں وقت گزارا ہے۔ اہل کتاب طرح متصوفین نے بھی نامور بزرگان دین اور اولیائے کرام کو اپنی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ بنالیاہے اور مذہب کو چند رسوم تک محدود کر دیا ہے۔ شریعت جن امور کی بیخ کنی کی تعلیمات دیتی ہے متصوفین انہی کو دین کا نام دیتے ہیں۔ حضرت علامہ اقبال کو کہنا پڑا:

عالماں از علم قرآں بے نیاز — صوفیاں درندہ گرگ مودراز

بے خبر از سر دین اند ایں ہمہ — اہل کیں اند اہل کیں اند ایں ہمہ 31

جہلاء نے چند مقامات کو کرامات و خوارق عادات امور کے لیے مختص کر لیا ہے۔ روحوں کی حاضری، مقابر سے استمداد، مورتوں، پتھروں کو متبرک سمجھنا وغیرہ غیر شرعی امور دین کی پہچان بن چکے ہیں۔ جیسے عیسائیوں میں اولیائے کرام کے بوسیدہ کپڑوں اور ان کی قبور کی مٹی کو متبرک سمجھا جاتا تھا، عیسی علیہ السلام اور صوفیاء کے برچھے اور صلیب کی میخیں فروخت ہوتی اور ان کی یاد منائی جاتی تھی ایسے ہی ہمارے ہاں مزارات پر کڑے، چوڑیاں اور دیگر غیر شرعی چیزیں پہننے کے لیے فروخت کی جاتی ہیں۔

۴) ظاہر پرستی اور حقیقت سے محرومی

اسلام نے ظاہر کی طہارت کو اللہ کریم جل جلالہ کی محبت کا ذریعہ قرار دیا ہے اور تزکیہ باطن کو کامیابی کا معیار قرار دیا ہے۔ قرآن نے آسمانوں و زمین کی تخلیق اور کائنات میں رونما ہونے والی تبدیلیوں پر غور و فکر کا حکم دیا ہے۔ مذہب میں اگر عقل و خرد کا پہلو مفقود ہو جائے تو مذہب اپنی حقیقت سے محروم ہو جاتا ہے۔ عقل اور اسلام کا باہمی کوئی تصادم نہیں بلکہ اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو عقلیت پسندی اسلام کی روح ہے۔ اقبال اس موقف کا اپنے پہلے خطبے میں بار بار اظہار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں:

اسلام کی عقلی اساس دریافت کرنے کی جستجو خود پیغمبر ﷺ سے شروع ہو چکی تھی کہ ان کی مسلسل دعا تھی کہ اے اللہ مجھے اشیاء کی اصل حقیقت کا علم عطا فرما۔32

قرآن کریم میں تدبر، تفکر، مشاہدے، تجربے اور عقل استقرائی کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے قرآن کی زبان میں فطرت کو خالق کریم کی عادت سے تعبیر کیا گیا ہے اور فطرت کا علم ہی اللہ جل جلالہ کے افعال کا علم ہے اسی لیے اسلام نے اشیاء کے حقائق کی معرفت کو عبادت سے بڑھ کر درجہ دیا اور دین فہمی کو حقیقت تک رسائی سے تعبیر کیا گیا۔ علامہ اقبال اس پر تبصرہ کرتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ تمام علمی جستجو ایک عبادت ہے فطرت کا سائنسی مشاہدہ کرنے والا فرد ایک قسم کا صوفی (**mystic**) ہے جو عبادت میں مصروف ہے۔33

حقائق اشیاء سے آگاہی اور اس کو دل جان سے قبول کرنا بھی اللہ کے خاص انعامات میں سے ہے وگرنہ بہت سے لوگ اوّلاً تو حقیقت سے محروم رہتے ہیں اور اگر حقیقت جان بھی لیں تو اپنے مفاد کی خاطر حق سے پہلو تہی کرتے ہیں۔

حضرت ابو وراق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من اكتفى بالكلام من العلم دون الزهد والفقه تزندق ومن اكتفى بالزهد دون الفقه والكلام ابتدع ومن اكتفى بالفقه دون الزهد والورع تفسق 34

جس نے صرف علم کلام پر اکتفاء کیا اور زہد نہ کیا وہ زندیق ہے اور جس نے علم فقہ پر قناعت کی اور تقوی اختیار نہ کیا تو وہ فاسق ہے۔

حضرت علی ہجویری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

قدم بر آتش نہادن بر طبع آسان تر از آنکہ بر موافقت علم رفتن، و بر صراط ہزار بار گذشتن بر دل جاہل آسان تر از آں آید کہ یک مسئلہ از علم آموختن، و اندر دوزخ خیمہ زدند نزدیک فاسق دوست تر کہ یک مسئلہ از علم کار بستن 35

طبیعت کے نزدیک علم کے مطابق عمل کرنے کے مقابلہ میں آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ آسان ہے۔اور جاہل کے دل پر ہزار بارپل صراط سے گزرنااس سے زیادہ آسان ہے کہ ایک علمی مسئلہ سیکھے۔فاسق کے لیے جہنم میں خیمہ نصب کرنااس سے زیادہ محبوب ہے کہ وہ کسی ایک علمی مسئلہ پر عمل پیراہو۔

۵)رواداری اور مواعظ حسنہ کا رخصت ہونا

انسانی عظمت و برتری کا راز خلق خدا سے محبت ہے۔ہر میدان میں کامیابی کی کلید تکریم انسانیت اور محبت خلق ہے۔دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کے لیے عدم تشدد، تکریم انسانیت اور محبت خلق کے جذبات کا فروغ ناگزیر ہے۔قدرت نے ہر چیز میں تنوع پیدا کیا ہے جس کا تقاضا ہے کہ ہر فرد کے سوچنے سمجھنے کا معیار دوسرے فرد سے جدا ہو۔ہر شخص اپنی قابلیت کی بناپر اشیاء کو پرکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ہر شخص کی رائے اس وقت تک قابل احترام ہے جب تک وہ کسی پر ظلم وزیادتی کا باعث نہ ہو۔اور معاشرے کے دیگر افراد کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ اس کی رائے کا احترام کیا جائے اور رواداری کا عملی اظہار کیا جائے۔انسان کی فکر آزاد ہے اسے قید نہیں کیا جاسکتا۔البتہ فکر کا جواب فکر سے دیا جا سکتا ہے اور اس میں حکمت کا پہلو ضرور مد نظر رہنا چاہیے۔اگر فریق مخالف کو زبردستی اپنی بات ماننے پر مجبور کیا جائے تو اس کے اثرات درست نہیں نکلیں گے۔بغاوت جنم لے گی۔عدم رواداری کا اظہار، جان سے مارنے کی دھمکی، مذہب سے خارج کرنے کا ڈر یا جسمانی تشدد واذیت فریق مخالف کی فکر میں تیزی اور سختی کو جنم دے گا۔وقتی طور پر ہو سکتا ہے کہ وہ جان و مال کی حفاظت کی خاطر اپنے موقف سے دست بردار ہو جائے لیکن مستقبل میں وہ کہیں زیادہ جارحیت کا اظہار کر سکتا ہے۔

۶)ذاتی مفاد اور مذہب کا استعمال

دنیا بھر میں جہاں بھی مذہب کے نام پر فسادات، قتل وغارت اور انتشار پایا جاتا ہے اس کے پس پردہ ایسی قوتیں ہیں جو مذہب کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کر رہی ہیں۔مذہب کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرنا انفرادی، اجتماعی اور سیاسی سطح پر ہو رہا ہے۔اسلاف کے نام پر لوگوں کے مال واسباب کو بٹورنا اہل مذہب کی پہچان بن چکا ہے۔اقبال کہتا ہے:

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے　　کلیم بوذر و دلقِ اویس وچادرِ زہرا　　36

اہل مذہب نے مختلف دھندے اپنا کر مذہب کو کمائی کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ آج کے پیر، درویش اور مولانا کی زندگی پر اگر نظر دوڑائی جائے تو یہ نتیجہ برآمد ہوتا کہ مولانا ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں کہ لوگوں کی آخرت سنور جائے اور مولانا کی دنیا سنور جائے۔ فکر آخرت کی کثرت دلوں کو موم کرنے کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ جو رقت قلب اور احساس ہمدردی بیدار کرتا ہے۔ یہی چیز مولانا کے لیے دنیا کمانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ سامعین کے دلوں میں خوف خدا پیدا کر کے ان سے دین کے نام پر مال لیا جاتا ہے۔ اور خدمت کے نام پر نذرانے وصول کیے جاتے ہیں۔ پیرزادوں کے علاوہ اہل علم بھی نشہ ءخدمت سے مست ہیں۔ اور اپنی خدمت کو دین کی خدمت کا نام دیتے ہیں اقبال کہتا ہے:

پردہ خدمت دیں میں ہوس جاہ کا راز   اور لوگوں کی طرح تو بھی چھپا سکتا ہے   37

حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ برصغیر میں رائج پیر پرستی پر نقد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن   ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
شہری ہو دیہاتی ہو، مسلمان ہے سادہ   مانند بتاں پوجتے ہیں کعبے کے برہمن   38

۷) ضمیر فروشی

معاشرے میں جب جہالت اور روایت پرستی فروغ پا جائے تو اہل فتوی کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں فتوؤں کی قیمت لگتی ہے۔ امراء اور اہل اقتدار طبقہ اپنے مقاصد کے حصول کی خاطر مرضی کے مطابق فتاوی جات حاصل کرتے ہیں۔ ضمیر فروش اور نام نہاد مذہبی پیشوا مذہب کو بطور کاروبار استعمال کرتے ہیں۔ علامہ محمد اقبال کہتے ہیں:

اے کشتہ سلطانی وملّائی وپیری   باقی نہ رہی تجھ میں وہ آئینہ ضمیری   39

اللہ کریم کی آیات کے بدلے دنیا کا حقیر مال خریدنے والوں کے بارے قرآن مجید میں اللہ پاک کا ارشاد ہے:

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا 40

اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو۔

اہل کلیسانے بھی مذہبی مقدس اشیاء کو سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرتے رہے۔ کلیسا ایک منفعت بخش آلہ تھا۔ جہاں سے لوگ بڑی بڑی رقمیں دے کر اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ لے لیتے تھے۔ دنیاوی مال ودولت اکٹھا کرنے کا سب سے ناپاک حیلہ "تذکرات الغفران "کی فروخت تھی جسے خریدنے کی بدولت مشتری من مانے گناہ کرنے کا لائسنس حاصل کرلیتا تھا۔ بدکار لوگ پادریوں کی خدمت کے عوض بدنی عبادات سے بھی آزادی حاصل کر لیتے تھے اور پادریوں کی دین فروشی کا عالم یہ تھا کہ امراء کی خوابگاہوں سے بیدار ہونے سے قبل نماز کے الفاظ جلدی جلدی دہرادیتے تھے جس کا ایک بھی لفظ ان کے کان میں نہ پڑتا تھا جبکہ غرباء کے اوپر ظلم کا پنجہ کستے تھے ان کی لڑکیوں کو دارالا قامہ بٹھادیتے یا انہیں کنیزیں بنا کر بیچ دیتے۔ اہل ثروت کے ہاں دن رات شراب کے دور چلتے تھے اور عیاشی و فحاشی کی ہر خواہش کی تکمیل ہوتی تھی۔ لیکن ان پر کسی قسم کا کوئی فتوی نہ لگتا تھا جبکہ ناداروں کی عورتوں کو رسیوں سے باندھ کر الٹا لٹکادیا جاتا تھا اور ان سے فدیہ وصول کیا جاتا تھا۔ فتوی فروشی کا سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے جو مختلف انداز میں پایا جاتا ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں:

واعظ ما چشم بر بتخانہ دوخت　　　　مفتی دین مبین فتوی فروخت　41

۸) مخدومیت

دینی عالم اور تزکیہ نفس کی حامل شخصیت کو جو اپنے پاس بیٹھنے والے افراد کو بھی واصل حق کر دے عرف عام میں برصغیر پاک وہند میں پیر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ لفظ پیر عمر رسیدگی کے اظہار کے لیے ہے تاہم عرف میں پیر سے مراد ایسا شخص ہے جو اپنے علم و عمل کے اعتبار سے دین میں ایک سند رکھتا ہو۔ دنیا بھر میں بالعموم اور پاک وہند میں بالخصوص صوفیاء کی خدمات کی بدولت عوام الناس کی واضح اکثریت پیری مریدی سے تعلق استوار کرنے کو اپنے لیے باعث فخر شمار کرتے ہیں۔ پیری مریدی کا مقصد رشد وہدایت کا مقدس فریضہ انجام دینا ہے۔ تاہم وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اب اس میں بھی مصنوعی پن اور ریاکاری نمایاں ہو چکی ہے اور خانقاہیں اپنا مقصد کھو چکی ہیں۔ دوسروں کو محنت، لگن اور برداشت کا درس دینے والا مذہبی پیشوا ہر وقت اپنے ہر عمل سے اپنی دنیا کو جنت نظیر بنانے میں مصروف رہتا ہے۔ اپنے معتقدین، متعلقین اور پیروکاروں کی آخرت کی فکر کرنے والا اپنی دنیا کی فکر میں مشغول رہتا ہے۔ دوسروں کے مال واسباب بٹور کر

بھی وہ پاکیزہ اور زاہد و پارسا ہے۔اسلام نیکی و بدی کے معاملات میں وراثت کے اجراء کی نفی کرتا ہے۔جب نبی کا بیٹا نبی نہیں ہو سکا اور نیکی کی وراثت نبوت میں جاری نہیں ہو سکی تو غیر نبی میں کیسے ہو سکتی ہے۔حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے اور بیوی کا ذکر قرآن نے جس انداز سے فرمایا بیان کی حاجت نہیں لیکن یہاں عجب معاملہ ہے کہ پیر کے بعد اس کی ساری اولاد ہی پیر ہے۔باپ مر جاتا ہے تو کاروبار کے اڈے کھل جاتے ہیں۔اور اگر پیر صاحب کے پانچ بیٹے ہوں اور وہ پانچوں ہی اپنی اپنی الگ الگ خانقاہ بنا کر ولایت کا دعوی کریں تو مرید پانچوں خانقاہوں کو آباد کر دیتے ہیں۔صاحبزادگان اپنی ذاتی کمائی سے محروم ہو کر بھی وقت کے وزراء کی طرح زندگی گزار رہے ہیں۔پیرزادوں کو خدمت کا ایسا نشہ چڑھ گیا ہے کہ مرید پر ان کی ہر ضرورت پوری کرنا فرض ہے۔علامہ اقبال علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

باقی کلہ فقر سے تھا ولولہ ء حق　　طرّوں نے چڑھایا نشہ ء خدمت سرکار　　42

سالکین کو کمائی کا ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے اور انہیں چند مخصوص رسوم و رواج تک محدود کر دیا گیا۔علامہ اقبال اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں اسے　　پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے　　43

پیر صاحب کے ہاں مریدین کے مختلف درجات ہیں۔مال و دولت، حسب و نسب، ذات و پات و دیگر معیارات بھی ان کی درگاہ کی زینت بنتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ مریدین کے اہل خانہ کے اعتبار سے بھی قرب و بعد کا معیار قائم ہے۔مرید جب بھی پیر صاحب سے ملنے جائے گا کچھ نہ کچھ نذرانہ ساتھ لے جانا اس پر راہ سلوک پر چلنے کے لیے فرض ہے۔اسی نذرانے نے ہی اسے اپنے پیر کی بارگاہ کا قرب بخشا ہے اور پیر صاحب کا قرب تو خدا اور رسول عزوجل وﷺ کا قرب ہے۔مذہبی اجارہ داری کی بہترین صورت کامیاب پیری و مریدی ہے۔علامہ اقبال اس نظام خانقاہی سے بیزار ہو کر کہتے ہیں:

متاع شیخ اساطیر کہن بود　　حدیث او ہمہ تخمین و ظن بود
ہنوز اسلام او زنار دار است　　حرم چون دیر بود او برہمن بود　　44

۹) گنڈا و تعویز

بسا اوقات انسان اپنی عبادت و ریاضت سے وہ درجہ نہیں پا سکتا جو مصائب پر صبر کرنے سے پا لیتا ہے۔ جب انسان فطری اور قانونی تقاضے پورے کرنے سے قاصر ہو تو کوئی شارٹ کٹ کی تلاش کرتا ہے۔ ان ذرائع میں سے ایک ذریعہ تعویذ اور گنڈا ہے۔ جس میں کلام الٰہی سے مختلف کلمات کا انتخاب کر کے ان کے اعداد کے ذریعے مشکلوں کا حل نکالا جاتا ہے۔ کلام الٰہی کی آڑ میں لوگ خدا سے جھگڑا کرنے پر تل جاتے ہیں۔ جس شخص کے بارے اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوتا ہے کہ میں اسے دنیا میں تکلیف دے کر آخرت کے عذاب سے بچا لوں، اس کی مشکلات آسان کرنے کی خاطر دم جھاڑا کرنے والوں کا کاروبار عروج پر ہے۔ تعویذ، دم و گنڈا کرنے والوں کا دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ ہر جائز و ناجائز کام کر سکتے ہیں۔ لوگ اپنی مرضی کے مطابق مسائل کے حل کے لیے ان لوگوں کی طرف رخ کرتے ہیں۔ ایک خاتون جب اپنے گھر کا نظام چلانے میں کوتاہی برتتی ہے تو اپنی کوتاہیوں کا مداوا کرنے باباجی سرکار کے پاس تعویذ لینے چلی جاتی ہے، ملازم جب ڈیوٹی میں ڈنڈی مارتا ہے تو اپنے افسر کی زبان بندی کی خاطر باباجی کے آستانے کی رونق بنتا ہے۔ بے نمازی، سود خور، زانی، شرابی، دھوکے باز، فراڈیا، قاتل، ملاوٹ کرنے والا، لوگوں پر ظلم کرنے والا، لوگوں کا مال ناحق کھانے والا، اپنے مخالف کو نیچا دکھانے والا الغرض اخلاقی، مذہبی اور قانونی لحاظ سے جو قصوروار ہوتا ہے وہ اپنی غلطی کو چھپا کر ناجائز مقاصد کے حصول کی خاطر تعویذ والی دوکان کا رخ کرتا ہے۔ اب تو لوگ وزارتوں کے حصول کے لیے دم والوں کا سہارا لیتے نظر آتے ہیں۔

خلاصہ بحث

یہ مقالہ صوفیاء خام اور علماء سوء کی مذہبی اجارہ داری کے معاشرتی اثرات پر مشتمل ہے۔ مقالہ ہذا میں تصوف اور مذہب کی حقیقی تعلیمات کو مسخ کرنے والے دنیا پرست اور اہل حرص کے مذہبی تسلط کے بارے بحث کی گئی ہے۔ اور اس کے معاشرے پر مرتب ہونے والے اثرات بیان کیے گئے ہیں۔ انسانیت کے لیے مذہب قدرت کا عظیم عطیہ ہے۔ تاہم نام نہاد اہل مذہب نے اسے فساد فی الارض کا ذریعہ بنالیا ہے۔ مقالہ ہذا کا مقصد اس حقیقت کا اثبات ہے کہ مذہب پر تسلط اس کی حقیقی تعلیمات کے خلاف اور معاشرے کے لیے زہر قاتل ہے۔ اپنے مدعا کے اثبات میں قرآن و سنت اور اہل تصوف کے اقوال و تحریرات کو بطور استشہاد پیش کیا گیا ہے۔ جس کے ساتھ متعلقہ موضوع پر مصنف شدہ کتب اور علامہ اقبال کے اشعار سے مدد لی گئی ہے۔ اور مذہبی

اجارہ داری کے معاشرے پر مرتب ہونے والے اثرات پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ معرفت خداوندی کا حصول اور علم و عمل لازم وملزوم ہیں۔ تصوف اسلام کی خوبصورت اور عملی صورت ہے۔ جو عشق الٰہی، رغبت الی اللہ، تقوی، جہاد بالنفس، توکل، اطاعت خدا عزوجل اور رسول ﷺ اور حسنِ اخلاق سے عبارت ہے۔ مذہبی اجارہ داری سے مراد شارع کے اختیارات کو اپنے پاس روک لینا یا جمع کر لینا ہے ۔ متصوفین نے نامور بزرگان دین اور اولیائے کرام کے جہد وریاضت اور نیک نامی کو اپنی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ بنالیا ہے اور مذہب کو چند رسوم تک محدود کر دیا ہے۔ اور علمائے سوء نے مذہب کو اپنے گھر کی کنیز کی حیثیت دی ہوئی ہے اور اسے اپنے مفادات کی تکمیل کا ذریعہ بنالیا ہے۔ صوفیاءخام اور نام نہاد اہل مذہب ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں کہ لوگوں کی آخرت سنور جائے اور ان کی دنیا سنور جائے۔ اسلام ہر شخص کو اپنے اعمال کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے اور نیکی و بدی کے معاملات میں وراثت کے جاری ہونے کے تصور کی نفی کرتا ہے۔ مذہبی اجارہ داری کے معاشرے پر مرتب ہونے والے اثرات میں سے خود پسندی، عقائد کا بگاڑ، توہم پرستی کا فروغ، ماضی پرستی، ضمیر فروشی، حقیقت سے محرومی، اپنے مفادات کی خاطر مذہب کا استعمال، مخدومیت اور تعویذ وگنڈا کا عام ہونا وغیرہ شامل ہے۔

مصادر و مراجع

---

1 ۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید (۲۷۳ھ)، **سنن ابن ماجہ**، دار الرسالۃ العالمیۃ، بیروت: ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹م، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم: ۲۲۴۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین (۴۵۸ھ)، **شعب الایمان**، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الاولی: ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳م، باب طلب العلم: ۱۵۴۶

2 ۔ ہجویری، علی بن عثمان، **کشف المحجوب**، مترجم مفتی غلام معین الدین نعیمی، انس پبلیکیشنز، اردو بازار لاہور ۲۰۰۴م: ۴۹۔ سمرقندی، ابو اللیث نصر بن محمد (۳۷۳ھ)، **تنبیہ الغافلین باحادیث سید الانبیاء والمرسلین**، باب فضل طلب العلم، دار ابن کثیر، دمشق، الطبعۃ الثالثۃ: ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰م: ۴۲۹۔ منذری، ابو محمد زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی (۶۵۶ھ)، الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف، کتاب العلم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی: ۱۴۱۷ھ: ۱۰۷

3 ۔ **کشف المحجوب**: ۴۰

4 ۔**کشف المحجوب** :۴۴

5 ۔**کشف المحجوب** :۳۸

6 ۔**کشف المحجوب** :۵۲

7 ۔المائدہ:۵: ۹۳

8 ۔بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل (۲۵۶ھ)، **الجامع الصحیح**، کتاب تفسیر القرآن، باب قول اللہ ''ان اللہ عندہ علم الساعۃ''، دار طوق النجاۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی: ۱۴۲۲ھ :۴۷۷۷۔ **صحیح مسلم**، کتاب الایمان، باب الایمان بما ھووبیان خصالہ:۱۰

9 ۔**کشف المحجوب**:۶۸

10 ۔**کشف المحجوب** :۷۹

11۔زورق، ابو العباس شہاب الدین احمد بن احمد (۸۹۹ھ)، **عدۃ المرید الصادق**، دار ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولی:۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶م:۲۱۱

12 ۔غزالی، ابو حامد محمد بن محمد (۵۰۵ھ)، **المنقذ من الضلال**، دار الکتب الحدیثیہ، مصر:۱۷۸

13 ۔نفس المرجع

14 ۔**کشف المحجوب**:۳۷

15 ۔البقرۃ:۲:۱۰۱

16 ۔**کشف المحجوب** :۳۶

17 ۔الطاف حسین، **اقبال اور اسلامی معاشرہ**، بزم اقبال، لاہور:۱۹۹۱م:۶۹

18 ۔ابن جوزی، ابوالفرج جمال الدین عبد الرحمان بن علی (۵۹۷ھ)، **تلبیس ابلیس**، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، الطبعۃ الاولی:۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱م:۳۲۷

19 ۔**کشف المحجوب** :۵۰۔۵۱

20 ۔**کشف المحجوب** :۵۱

21 ۔**کشف المحجوب** :۵۱

22 ۔**کشف المحجوب**:۳۶

23 -ttp://www.almaany.com/en/dict/ar-en/monopoly./

24 ۔ابن معصوم، سید علی بن احمد بن محمد بن معصوم الحسینی المدنی(المتوفی:۱۱۲۰ھ)، **الطراز الاول والکناز لما علیہ من لغۃ العرب المعول**، مؤسسۃ آل البیت لاحیاء التراث العربی، بیروت:۳۱۹/۷،۳۱۸۔

25 ۔التوبۃ:۹:۲۷

26 ۔ڈاکٹر آغا افتخار حسین، **قوموں کی شکست وزوال کے اسباب کا مطالعہ**، مجلس ترقی ادب، لاہور، الطبعۃ الخامسۃ :۲۰۱۴م/۱۴۳۵ھ:۱۹۶

27 ۔وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى۔اور اہل کتاب بولے، ہر گز جنت میں نہ جائے گا مگر وہ جو یہودی یا نصرانی ہو۔(البقرۃ:۲:۱۱۱)

28۔ارشاد مبارک ہے:اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔

بیشک ایمان والے نیز یہودیوں اور نصرانیوں اور ستارہ پرستوں میں سے وہ کہ سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے۔(البقرۃ:۲:۶۲)

29۔ارشاد ربانی ہے:تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ

وہ ایک گروہ ہے کہ گزر گیا ان کے لئے ان کی کمائی اور تمہارے لئے تمہاری کمائی۔(البقرۃ:۲:۱۴۱)

30 ۔فتح پوری، نیاز، **نگار پاکستان**، کراچی، جنوری:۱۹۶۶ء

31 ۔جاوید نامہ، **خطاب بہ جاوید سخنی بہ نژاد نو**:۶۷۴

32 ۔علامہ، محمد اقبال، **تشکیل جدید الہیات اسلامیہ**، مترجم سید نذیر نیازی، بزم اقبال لاہور:۱۹۶۳م:۱۹۳

33 ۔**تشکیل جدید الہیات اسلامیہ**:۱۹۳

34 ۔قزوینی، ابو القاسم عمر بن عبد الرحمان (۶۹۹ھ)، **مختصر شعب الایمان**، دار ابن کثیر، دمشق، الطبعۃ الثانیۃ:۱۴۰۵ھ، ص:۴۵۔ملّا علی قاری، ابو الحسن نور الدین علی بن سلطان (۱۰۱۴ھ)، **شرح الشفا**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی:۱۴۲۱ھ:۵۱۰/۲

35 ۔**کشف المحجوب** :۵۱

36 ۔**بال جبریل**، سانہیں سکتا پہنائے فطرت میں مرا سودا:۳۵۹

37 ۔**بانگ درا**، نصیحت:۲۰۱

38 ۔**بال جبریل**، باغی مرید:۴۹۳

39 ۔**ارمغان حجاز،** آواز غیب: ۷۲۴

40 ۔البقرۃ: ۲: ۴۱

41 ۔**اسرار خودی،** اندر زمیر نجات نقشبند المعروف بابائے صحرائی: ۷۶

42 ۔**بال جبریل،** پنجاب کے پیرزادوں کے نام: ۴۸۶

43 ۔**ارمغان حجاز،** ابلیس کی مجلس شوریٰ: ۷۰۹

44 ۔**ارمغان حجاز،** متاع شیخ اساطیر کہن بود: ۷۹۲